مغرب کی لادین جمہوریت کی ناکامی کے بعد اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل کیا ہو؟

ملک میں مغرب کی لادینی جمہوریت کا مسلسل تجربہ کر لینے کے بعد دینی قوتوں، علماء اسلام اور ملک میں نفاذِ شریعت کے بہی خواہوں کو اسلامی انقلاب کے لیے حسبِ سابق اُسی نہج پر چلنا چاہیئے یا ایک ایسا لائحہ عمل اور طریق سیاست اختیار کرنا چاہیئے جو قرآن وحدیث کے قطعی نصوص سے ماخوذ ہو اس سلسلہ میں ماہنامہ الحق شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ کے مرتب کردہ درج ذیل سوالات کو اکابر علماء کرام، مشائخ عظام مذہبی سیاست دانوں، دانشوروں اور معروف سکالروں کی خدمت میں بھیج رہا ہے تاکہ اس موضوع پر علمی اور عملی کام کرنے والوں کے لیے بغیر کسی ابہام کے نشان راہ واضح ہوں۔

(۱) ملک میں مغربی جمہوریت کی مسلسل ناکامی اور عدم افادیت سے آپ کو اتفاق ہے یا نہیں

(۲) اگر آپ کو اس سے اتفاق ہے تو وہ طریقہ سیاست اور لائحہ عمل جو شریعت کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی انقلاب کا ذریعہ بھی بن سکے کیا ہوگا، اس کے جواب بعض حضرات کی وقیع تحریریں، قیمتی آراء اور مضامین موصول ہوئے ہیں جو آئندہ صفحات میں پیش خدمت ہیں اسی سلسلہ بحث میں مزید جن حضرات نے بھی حصہ لینا چاہا تو ان کی گراں قدر آراء بھی الحق کے صفحات کی زینت بنیں گے۔

(ادارہ)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ مہتمم دارالعلوم کراچی

گرامی نامہ مورخہ ۲۹/۱۱/۱۴۱۴ھ نظر نواز ہوا، آپ نے جو سوالات گرامی نامے میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے جوابات بہت تفصیل طلب ہیں، اجمالی طور پر چند باتیں عرض کرتا ہوں اگر ان کی رعایت رکھی جائے تو

حالات کی بہت حد تک اصلاح ہو سکتی ہے۔

(۱) نظامِ حکومت پارلیمانی کی بجائے صدارتی ہو تو اسلامی سیاست کے نسبتاً قریب ہوگا، اور ہمارے ملک میں پارلیمانی نظام کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس میں آئے دن حکومتیں ٹوٹتی رہتی ہیں اور ہر حکومت بیوروکریسی اور ارکانِ پارلیمنٹ کی خوشامد اور ہر جائز و ناجائز دباؤ قبول کرنے پر مجبور رہتی ہے، جب کہ صدارتی نظام میں اسمبلی کا کام صرف قانون سازی ہوتی ہے۔ نظم حکومت کا اختیار اور کام صدر کے پاس ہوتا ہے۔

نیز پارلیمانی نظام میں صدر اور وزیر اعظم میں اختیارات بٹ کر دوعملی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور دونوں کے درمیان آویزش چلتی رہتی ہے جیسا کہ پاکستانی سیاست میں پچھلے ادوار میں ہوتا رہا ہے۔

(۲) موجودہ مغربی جمہوریت میں ایک ان پڑھ دیہاتی، اٹھارہ یا اکیس سال کے لڑکے کا ووٹ ایک تجربہ کار عالم دین یا سائنٹسٹ یا ماہر قانون، ماہر سیاست کے ووٹ کے برابر ہے، یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور شریعت کی روح کے بھی منافی، اس لیے ووٹ دینے کا نظام اتنا بے لگام نہیں ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ اب ہے بلکہ اس میں عمر اور تعلیم کا کوئی معیار ضرور ہونا چاہیئے جو موجودہ آئین میں نہیں ہے۔

(۳) انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدوار کے لیے جو شرائط اور صفات دستور میں مقرر کی گئیں ہیں ابھی تک ان کے مطابق نہ قانون سازی ہوئی ہے اور نہ الیکشن کمیشن ان پر عمل کرنے کا پابند ہے اور نہ عمل ہو رہا ہے۔

اگر ان صفات اور شرائط کی پابندی قانوناً وعملاً لازم کی جائے اور جس امیدوار میں ان صفات و شرائط میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو اس کے خلاف اس کے حلقے کے ووٹروں میں ہر ایک کو عدالت میں چیلنج کرنے کا اختیار ہو تو اس سے بھی بڑی حد تک اصلاح کی توقع ہے۔

(۴) لیکن یہ تمام اصلاحات اس وقت مؤثر اور نافع ہو سکتی ہیں جب معاشرے میں بگاڑ کی بجائے صلاح ہو، جہالت کی بجائے تعلیم ہو اور دینی احکام کی رعایت کرنے کا افراد کو عادی بنایا جائے۔ لہٰذا سیاسی نظام کو بہتر بنانے کے لیے، بنیادی ضرورت اس کی بھی ہے کہ دینی اداروں اور تنظیموں میں افراد سازی اور ان کی اصلاح باطن اور دینی تربیت کا خصوصی انتظام کیا جائے۔